

فقیہ

ماہنامہ

شماره 12

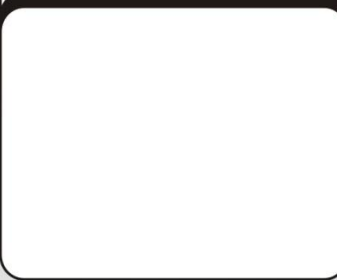
دسمبر 2012ء

جلد نمبر 1

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حقانی
- مولانا محمد کلیم اللہ

آنجنسی ہولڈرز زمرہ لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!



برائے رابطہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنونی لاہور ڈسٹرکٹ 0332-6311808

www.ahnafmedia.com

بفیضانِ نظر
تَفَحُّصُ الْعَرَبِ وَالْفَالِیْنِ حِفْظُ الْقُرْآنِ
وَالْعِلْمِ
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے
سالانہ زرقاوان
-/240 روپے

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ



فہرست

- آئیے عزم کیجیے! 3
- اداریہ
- الموافقہ بین الحدیث والفقہ 5
- علامہ خالد محمود
- خطبہ جمعہ کے وقت سنت و تحیۃ المسجد کا حکم 10
- متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ
- فقیہ ابن فقیہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما 17
- مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ
- نماز اہل السنۃ والجماعت 22
- متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ
- سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما 34
- مولانا محمد اکمل راجنپوری حفظہ اللہ
- مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ 38
- مولانا محمد عبداللہ معتصم حفظہ اللہ
- مصافحہ، مغفرت کا ذریعہ 64
- مولانا محمد ابوبکر اوکاڑوی حفظہ اللہ

آئیے عزم کیجیے!

اداریہ

انسان کے اس دنیا میں آنے کا مقصد اپنے خالق کی عبادت کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [النارِیَات: 56]

کہ میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔
خداوند قدوس کے اوامر کی تعمیل اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا اس کی کامیابی و کامرانی کے ضامن ہیں۔

”عالمی تبلیغی اجتماع رابونڈ“ اصلاحِ امت اور دین اسلام کو پورے عالم میں پھیلانے کی ایک عالمی محنت کے جذبہ سے منعقد ہوا اور بحمد اللہ تعالیٰ خیر و عافیت سے اختتام پذیر ہوا۔ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب، مولانا محمد سعد صاحب، مولانا زبیر احمد صاحب، مولانا احمد صاحب و دیگر حضرات کے اصلاحی و فکر انگیز خطابات یقیناً ان بھولے بسرے لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں جو راہِ ہدایت سے بہت دور جا چکے ہیں۔

اس اجتماع میں مسلمانوں نے لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی۔ ملک و بیرون ملک سے آنے والے حضرات کی ایک ہی فکر تھی: ”اللہ تعالیٰ کے احکامات اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے ہماری زندگی میں کیسے آئیں گے؟“۔ ان کی یہ عالمی فکر اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ اگر آج ہم قرآن و سنت کی تعلیمات اور حضرات اسلاف رحمہم اللہ کی طرزِ زندگی پر عمل پیرا ہو جائیں تو یقیناً بد امنی، الحاد و

بدعت، گمراہی و ضلالت کی جگہ امن و امان، سنت مبارکہ اور ہدایت کے سرچشمے پھوٹیں گے۔

اس اجتماع سے ہمیں یہ فکر ملتی ہے کہ عالم کا نظام اس وقت ٹھیک ہو گا جب انسان حقیقی معنوں میں طاعت باری اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ سے سرشار ہو گا۔

لہذا آئیے! عزم کیجیے، کہ خود بھی بدلیں اور اپنے ماحول کو بھی بدلنے کی کوشش کریں، نور ہدیت سے جہاں اپنی زندگی روشن کریں وہاں دوسروں کی حیات سے بھی تاریکی دور کریں۔ ع خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

﴿علماء اجتماع﴾

اہل السنۃ والجماعت کے عقائد و مسائل کی حفاظت اور ترویج کی غرض سے ادارہ مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی سرگودھا قائم کیا گیا ہے جس میں بجمہ اللہ تعالیٰ کل وقتی یہی کام ہو رہا ہے۔ اپنے اس مقصد کی طرف گامزن یہ ادارہ اپنے سات سال پورے کر کے آٹھویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔

مزید اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے 9 دسمبر 2012ء بروز اتوار حضرات علماء کرام اور مرکز کے سابقہ متخصّصین کا اجتماع بلایا گیا ہے جس کا مقصد باہمی مشاورت کے ذریعے محترم علماء کرام کو اس کارِ خیر میں شریک کرنا ہے۔

علماء کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس تحریر کو دعوت نامہ سمجھ کر اس اجتماع میں ضرور شرکت فرمائیں اور قارئین کرام بھی اس اجتماع کی کامیابی اور مطلوبہ نتائج کے لیے دعا فرمائیں۔ والسلام

الموافقة بین الحدیث والفقه

علامہ خالد محمود

پی۔ ایچ۔ ڈی لندن

اس کی تفصیل ہمارا اس وقت کا موضوع نہیں۔ حضرت امام شافعی اپنے رسالہ میں اس موضوع کی ایک حدیث پر نہایت مفید بات کہہ گئے ہیں:

دَلَّ عَلَى أَنَّهُ قَدْ يَحْمِلُ الْفَقْهَ غَيْرُ فَقِيهِ، يَكُونُ لَهُ حَافِظًا وَلَا يَكُونُ فِيهِ

فَقِيهًا [الرسالة ص 55]

ترجمہ: اس حدیث سے پتہ چلا کہ کبھی حامل فقہ (حدیث روایت کرنے والا) ایسا بھی ہوتا ہے جو خود فقیہ نہ ہو، وہ حافظ حدیث تو ہو سکتا ہے لیکن وہ فقیہ کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔

حق یہ ہے کہ کیا محدثین اور کیا فقہاء مسلمانوں کو دونوں کی ضرورت ہے؟ اگر محدثین اسلام کا علمی سرمایہ ہیں فقہاء اسلام کی علمی شاہراہ ہیں اور ظاہر ہے کہ شاہراہ کے بغیر کسی راہ پر چلا نہیں جاسکتا۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک جگہ تفقہ اور استنباط کے توافق پر ایک نہایت مفید نوٹ تحریر کیا ہے:

”ایک قسم وہ حفاظ ہیں جن کا کام صرف روایات کو یاد رکھنا ہے اور جیسی روایات سنی ہیں ان کو ویسی ہی آگے پہنچا دینا ہے۔ ان کا کام مسائل معلوم کرنا اور استنباط کرنا نہیں ہے۔ دوسری قسم ان علماء کی ہے جن کا کام محفوظ سرمایہ سے مسائل

نکالنا اور ان کے احکام مستنبط کرنا ہے۔ پہلی قسم جیسے حافظ ابو زرعہ، ابو حاتم اور دوسری قسم جیسے امام مالک اور امام شافعی وغیرہ ہیں۔ خود صحابہ میں حفظ روایت اور استنباط مسائل کے لحاظ سے یہ تقسیم موجود تھی۔ غور فرمائیے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جبر امت اور قرآن کے ترجمان ہیں مگر اس کے باوجود آپ کی ان حدیثوں کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہے جن میں ذاتی سماع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تصریح ہو مگر حافظ ابن حزم فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ ضخیم جلدوں میں جمع کیے ہیں، حافظ ابن حزم نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ ان کے بحر فقہت کی ایک مٹھی ہے، ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔۔۔ ان کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، حفظ روایت میں علی الاطلاق حافظ امت ہیں مگر تفقہ اور استنباط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے برابر نہیں، حفظ روایت اور استنباط مسائل میں امت کو یہ تقسیم صحابہ سے ملی ہے۔ [الوالب الصیب ص 78 مختصراً]

اسلام میں الفاظ حدیث کی روایت اور حفاظت اپنی جگہ ضروری ہے لیکن الفاظ حدیث کی گہرائی میں اتنا اور ان میں لپٹے معانی کا استنباط یہ بھی علم کو کوئی کم اہم باب نہیں ہے۔ ہر دو اسلام کی اصل اصیل اور وجہ وجیہ ہیں۔ حافظ ابن قیم یہ بھی لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دین کو آگے لے جانادو طرح سے ہے: 1: الفاظ نبوت کی تبلیغ اور 2: معانی کی تبلیغ (نفس مسئلہ کو آگے پہنچانا)۔۔۔ دوسری قسم فقہاء اسلام کی ہے جو مسائل نکالنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ ان حضرات نے پہلے حلال و حرام کے ضابطے مستنبط کیے، اصول فقہ مرتب کیے، فقہاء کا مقام زمین پر ایسا ہے جیسے ستارے آسمان میں۔ ان کے ذریعے ہی تاریکیوں میں بھٹکے لوگ رستہ معلوم کرتے ہیں،

لوگوں کو ان کی [فتہاء کی] ضرورت کھانے پینے سے بھی زیادہ ہے اور ان کی اطاعت قرآن کی رو سے والدین کی اطاعت سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ [اعلام الموقعین ص 4 مختصراً]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی لکھ گئے:

التَّحَرُّجُ عَلَى كَلَامِ الْفُقَهَاءِ وَتَتَّبِعُ لَفْظِ الْحَدِيثِ لِكُلِّ مَنِهَا أَصْلٌ أَصِيلٌ

فی الدِّینِ [حجۃ البالغہ ج 1 ص 52]

ترجمہ: کلام فقہاء پر مسائل کی آگے تخریج کرنا اور الفاظ حدیث کا تتبع، ان دونوں کی دین میں ایک بنیادی حیثیت ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں عہد نبوت میں یہ دونوں طبقے موجود تھے۔ ایک دفعہ اسلام میں کچھ نئے داخل ہونے والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بات کہی جو حضور کو اچھی نہ لگی۔ اس پر پرانے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ہمارے فقہاء نے تو یہ بات نہیں کی:

قَالَ لَهُ فُقَهَاءُهُمْ أَمَّا ذُووْ أَرَائِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا أَكْأَسُ مِمَّنَا حَدِيثُهُ أُسْنَاهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحیح بخاری ج 1 ص 445

اس سے پتہ چلا کہ ان دنوں بھی اعتبار فقہاء کی بات کا ہی ہوتا تھا، حدیث الاسنان لوگوں کا نہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک دفعہ حضرت عمر سے عرض کی:

فَأَمْهَلْ حَتَّى تَقْدَمَ الْمَدِينَةَ فَإِنَّهَا دَارُ الْهَجْرَةِ وَالسُّنَّةُ فَتَخْلُصُ بِأَهْلِ

الْفَقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ [بخاری ج 2 ص 100]

ترجمہ: سو کچھ ٹھہریں، یہاں تک کہ آپ مدینہ پہنچیں وہ دارالہجرت ہے اور سنت کا گھر ہے، وہاں آپ اہل فقہ سے اور بڑے لوگوں سے علیحدگی میں مل سکیں گے۔

بیویوں سے حسن سلوک کا ایک عنوان جدید

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیویوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ خاوند اگر اس حکم پر عمل پیرا ہو تو اس کی زندگی بھی خوش و خرم گزرے گی اور باری تعالیٰ کا حکم بھی پورا ہو جائے گا۔ اس مضمون کو عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے عالی ذوق کے مطابق نہایت عمدگی سے سمجھایا ہے۔ افادہ کی غرض سے ہدیہ قارئین ہے۔ از مفتی شبیر احمد حقانی

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا:

”رات جنوبی افریقہ سے ایک میاں بیوی کا فون آیا کہ ہم دونوں میں شدید اختلاف ہے۔ بیوی نے کہا کہ جب میرا شوہر گھر آتا ہے تو میں بجائے خوشی کے خوف سے کانپنے لگتی ہوں کہ جیسے کوئی جلاؤ آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے ایسا مضمون بیان کر دیا جس سے دونوں شیر و شکر ہو گئے۔ میں نے اس کے شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی سے محبت کرو اور عشق لیلیٰ سے نور عشق مولیٰ حاصل کرو، کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ، یہ معروف بہت بڑا معروف ہے اس میں بیویوں کی خطاؤں کو معاف کرنا بھی داخل ہے، ان کے ٹیڑھے پن کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے گزارا کرنا بھی اسی میں داخل ہے کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت [وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ الْاٰیۃ سورۃ النساء: 19] کی گویا تفسیر فرمائی کہ ”الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ“ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، ”اِنْ اَقْتَمْتَهَا كَسَتْ وَبَيَّتْهَا“ اگر پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی، ”وَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ“ [صحیح البخاری: 5184] اور اگر اس سے گزارا کرنا چاہو گے تو ٹیڑھی پسلی سے

گزارا ہو رہا ہے یا نہیں؟ کوئی ہسپتال میں داخل ہو کر اپنی پسلی سیدھی نہیں کرتا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عورت کے ٹیڑھے پن کی، ٹیڑھی بات کی اصلاح کی کوشش مت کرو، ایسے ہی گزارا کر لو اور بیوی کو لیلیٰ سمجھو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیویوں سے تم کو تین نعمتیں ملیں گی: [1] لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا۔ تم کو اس سے سکون ملے گا اور [2] مَوَدَّةً۔ یعنی محبت ملے گی [3] وَرَحْمَةً اور رحمت ملے گی۔ یہ تین نعمتیں تم پاؤ گے۔

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری بیٹی کے مزاج میں غصہ بہت ہے، آپ اس کے لیے دعا کر دیجیے ورنہ جب بیاہ کی جائے گی تو شوہر کے جوتے کھائے گی۔ میں نے کہا کہ دیکھو: باپ کو کتنی فکر ہے؟! اللہ تعالیٰ کو بھی اپنی بندیوں کا کتنا خیال ہے جب ہی تو یہ آیت نازل کی کہ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ [سورة النساء: 19] یہ صرف تمہاری بیبیاں نہیں ہیں ہماری بندیاں بھی ہیں۔

اپنی لیلیٰ سے محبت کرنا تو عین تمہاری فطرت ہے لیکن مولیٰ کا کرم دیکھو کہ تم عشق لیلیٰ کرو ہم اس کو عشق مولیٰ تسلیم کریں گے کیونکہ تم نے ہمارے حکم ”عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ“ پر عمل کیا اور اپنی بیوی کو بھلائی سے رکھا تو یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ وہ مولیٰ عشق لیلیٰ کو عشق مولیٰ تسلیم کر رہا ہے۔ کتنا کریم مولیٰ ہے! لہذا اپنی بیویوں سے محبت کر کے، ان خطاؤں کو معاف کر کے، ان کی ٹیڑھی ٹیڑھی باتوں کو سن کر کے ان کے ناز اٹھاؤ تو گویا آپ نے عشق لیلیٰ سے عشق مولیٰ حاصل کر لیا، کیونکہ بیوی کے ساتھ محبت سے پیش آئے تو بیوی بھی خوش ہوئی اور اللہ بھی خوش ہو گیا، لہذا کتنا بڑا انعام ہے کہ عشق لیلیٰ بھی ملا اور عشق مولیٰ بھی ملا۔“

فقہ المسائل

خطبہ جمعہ کے وقت سنت و تحیۃ المسجد کا حکم

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سوال:

1: جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو بعض لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہی سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور امام کے خطبہ کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ پوچھنا یہ ہے کہ خطبہ کے دوران سنتیں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

2: جب جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے تو آنے والے کے لیے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا کیسا ہے؟ ہمارے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ خطبہ کے دوران آنے والے شخص کو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ضرور پڑھ لینی چاہئیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دوران خطبہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ براہ مہربانی تحقیقی جواب عنایت فرمائیں۔

السائل

محمد ذیشان۔ کراچی

جواب: حامداً و مصلیاً

[1]: احادیث مبارکہ میں خطبہ کے دوران خاموش رہنے اور خطبہ کو غور سے سننے

کی تاکید آئی ہے۔ خاموشی سے خطبہ سننے پر بہت بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا

ہے۔ دورانِ خطبہ نماز پڑھنے، گفتگو کرنے حتیٰ کہ کسی کو خاموش ہونے کا حکم دینے کی بھی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں داخل ہوا کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھ کر خاموشی سے خطبہ سنے، اس دوران کسی قسم کی نوافل و سنن پڑھنا جائز نہیں۔ [رد المحتار: ج 3 ص 38 باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة]

اور مذکورہ موقف درج ذیل احادیث و آثار سے ثابت ہے:

1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ‘أَنْصِتْ’ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ“
صحیح البخاری: ج 1 ص 127، 128، صحیح مسلم: ج 1 ص 281
ترجمہ: جب امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص کو کہو: ”چپ رہو“ تو یہ بھی لغو حرکت ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ روایات جن میں خطبہ کے وقت کسی کو چپ کرانے کے لیے ”أَنْصِتْ“ کہنے کو لغو سے تعبیر کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر مروی ہیں۔ [سنن الطحاوی: ج 1 ص 251]

اس متواتر حدیث مبارک میں خطبہ کے دوران بولنے والے آدمی کو چپ کرانے کے لیے: ”چپ رہو“ کہنے کو لغو کہا گیا ہے حالانکہ امر بالمعروف ہونے کی وجہ سے یہ واجب ہے، تو سنت یا نفل نماز ادا کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہو گا۔

2: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ

دُهِنُهُ أَوْ يَمْسُ مِنْ طَيِّبٍ بَيْتُهُ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُنْتُ لَهُ
ثُمَّ يَنْصَبُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى.

(صحیح البخاری ج 1 ص 121 باب الدهن للجمعة)

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، خوب پاکی حاصل کرے اور تیل یا گھر
میں میسر خوشبو لگائے۔ پھر نماز جمعہ کے لئے نکلے (وہاں جا کر) دو انسانوں کے درمیان
تفریق نہ کرے، پھر جہاں تک ہو سکے نماز ادا کرے اور جب امام خطبہ دے تو خاموشی
اختیار کرے۔ ایسے شخص کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ معاف کر
دیے جاتے ہیں۔

3: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یہ فرماتے ہوئے سنا: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَا صَلَاةَ وَلَا
كَلَامَ حَتَّى يُفْرَغَ الْإِمَامُ۔ [جمع الزوائد للہیثمی ج 2 ص 407]

قال العثماني: فالحديث حسن ان شاء الله وله شواهد [اعلاء السنن: ج 2 ص 78]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر ہو تو نہ کوئی نماز جائز ہے
اور نہ بات چیت، یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے۔

4: حضرت نبیشہ الہذلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: أَنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُؤْذِي أَحَدًا فَإِنْ
لَمْ يَجِدِ الْإِمَامَ خَرَجَ صَلَّى مَا بَدَا لَهُ وَإِنْ وَجَدَ الْإِمَامَ قَدْ خَرَجَ جَلَسَ فَاسْتَمَعَ
وَأَنْصَتَ حَتَّى يَقْضِيَ الْإِمَامُ جُمُعَتَهُ وَكَلَامَهُ إِنْ لَمْ يُغْفَرْ لَهُ فِي جُمُعَتِهِ تِلْكَ ذُنُوبُهُ كُلُّهَا
أَنْ تَكُونَ كَفَّارَةً لِلْجُمُعَةِ الَّتِي قَبْلَهَا۔ [مسند احمد ج 15 ص 300 رقم الحديث 20599]

قال الهيتمي: رجاله رجال الصحيح خلا شيخ احمد وهو ثقة [جمع الزوائد: ج 2 ص 386]

ترجمہ: مسلمان جب جمعہ کے دن غسل کرے، پھر کسی کو تکلیف دیے بغیر مسجد کی طرف آئے۔ اگر امام خطبہ کے لئے نہیں نکلا تو جہاں تک ہو سکے نماز پڑھ لے اور اگر امام خطبہ کے لئے آچکا ہے تو بیٹھ جائے، غور سے خطبہ سنے اور خاموش رہے یہاں تک کہ امام نماز جمعہ و خطبہ ختم کر لے۔ اگر اس مسلمان کے اس جمعہ کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو اس کا یہ عمل پہلے جمعہ کے لیے تو کفارہ بن ہی جائے گا۔

5: حضرت ثعلبہ بن مالک القرظی فرماتے ہیں:

أَذْرَكْتُ عُمَرَ، وَعُثْمَانَ، فَكَانَ الْإِمَامُ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكْنَا الصَّلَاةَ.

مصنف ابن ابی شیبہ: ج 4 ص 72 باب من كان يقول اذا خطب الامام فلا يصلى

قال العثماني: ورجاله رجال الصحيح [اعلاء السنن: ج 2 ص 93]

ترجمہ: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو پایا۔ (ان کے زمانے میں) جب امام جمعہ کے دن (خطبہ کے لیے) نکلتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے۔

6: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُمَا كَانَا يَتْرَكَانِ الصَّلَاةَ وَالْكَلامَ بَعْدَ

خُرُوجِ الْإِمَامِ. [مصنف ابن ابی شیبہ: ج 4 ص 72، نصب الراية ج 2 ص 202]

قال العثماني: رجاله ثقات [اعلاء السنن: ج 2 ص 79]

ترجمہ: حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے خطبہ کے لیے نکلنے کے بعد نماز پڑھنے اور گفتگو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

13-7: حضرت سائب بن یزید، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عروہ، امام زہری، حضرت مجاہد، حضرت ابو قلابہ، امام ابن سیرین کے قوی آثار سے بھی دوران خطبہ نماز پڑھنے سے منع ثابت ہوتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ج 4 ص 71، 72، سنن الطحاوی: ج 1 ص 253

[2]: آپ کے دوست کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی [حضرت سلیم غطفانی رضی اللہ عنہ] کو دوران خطبہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اس لیے دو رکعتیں ضرور پڑھی جائیں، چند وجوہ سے درست نہیں۔ اس لیے کہ۔۔۔

(1): وہ تمام احادیث و آثار جن کا ذکر شق اول کے جواب میں کیا گیا ہے، سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا بالکل منع ہے، اس میں سنت اور تحیۃ المسجد (جو کہ مستحب ہے) سب کی ممانعت ہے۔ اس عمومی ممانعت کے مقابلہ میں حضرت سلیم غطفانی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھنے کا حکم دینا یقیناً ان کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت مفلوج الحال تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دینا اس مقصد کے لیے تھا کہ لوگ انہیں دیکھ لیں اور تعاون کریں۔ مسند احمد بحوالہ فتح الملہم: ج 5 ص 480

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل يوم الجمعة والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب بہیئة بذة فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أصليت قال لا قال صل رکعتین وحث الناس علی الصدقة فألقوا ثياباً فأعطاه منها ثوبین

سنن النسائی: ج 1 ص 208 باب حث الإمام علی الصدقة يوم الجمعة فی خطبته

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ ایک آدمی آیا جو نہایت خستہ حالت میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تو نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو رکعتیں پڑھ لو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ چنانچہ لوگوں نے کپڑے جمع کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے دو کپڑے اس آدمی کو دے دیے۔

نیز دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعامل بھی اس بات پر دلیل ہے کہ خطبہ کے دوران دو رکعتیں ادا کرنا ان صحابی کی خصوصیت ہے۔ اس لیے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم دوران خطبہ تشریف لائے لیکن تحیۃ المسجد ادا نہیں کی۔ حضرت سلیم غطفانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ان حضرات کو بخوبی معلوم تھا، اگر تحیۃ المسجد ادا کرنا ضروری ہوتا تو یہ حضرات ضرور ادا فرماتے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ اس کو فرمایا: ”اَجْلِسْ“ (بیٹھ جاؤ)

[سنن النسائی: ج 1 ص 207، سنن ابی داؤد: ج 1 ص 166]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بٹھا دیا، تحیۃ المسجد کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوران خطبہ تشریف لائے۔ [صحیح مسلم: ج 1 ص 280] لیکن اس میں کہیں ذکر نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں ادا کی ہوں۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن صفوان کے بارے میں روایت ہے کہ مسجد میں تشریف لائے، اس وقت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن صفوان آکر بیٹھ گئے، دو رکعتیں ادا نہیں کیں۔

سنن الطحاوی: ج 1 ص 253

(2): اس روایت کے تمام طرق دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے کا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت پر یہ باب قائم کیا ہے:

”الصلاة قبل الخطبة“ [خطبہ سے پہلے نماز پڑھنے کا بیان] السنن الكبرى للنسائی: ج 1 ص 183

اس روایت کے بعض طرق میں یہ الفاظ منقول ہیں:

”وامسك عن الخطبة حتى فرغ من صلاته“ [سنن الدار قطنی: ص 279، رقم 1602]

کہ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے سے رک گئے یہاں تک کہ وہ صحابی نماز سے فارغ ہو گیا۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں یوں ہے:

”والنبي قاعد على المنبر“ [صحیح مسلم: ج 1 ص 287]

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ بات واضح ہے کہ خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جاتا ہے نہ کہ بیٹھ کر۔

ایک طریق میں یہ الفاظ بھی ہیں:

”فألقوا ثياباً“ [سنن النسائي: ج 1 ص 208 باب حث الإمام على الصدقة يوم الجمعة في خطبته]

کہ لوگوں نے اس کی مدد کے لیے کپڑے ڈالنا شروع کیے، اور یہ بات مسلم ہے کہ دوران خطبہ ایسے افعال ممنوع ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کی نماز کے وقت خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا، لہذا اس صحابی کی نماز دوران خطبہ نہیں ہوئی بلکہ خطبہ سے قبل ہوئی ہے۔

فائدہ: ان روایات کے پیش نظر جن روایات میں ”یخطب“ کے الفاظ آتے ہیں، اس

سے ”یرید ان یخطب“ یا ”یکاد ان یخطب“ مراد ہے۔ [فتح الملہم: ج 5 ص 481]

خلاصہ کلام: حضرت سلیم غطفانی رضی اللہ عنہ کا تہیۃ المسجد پڑھنا ان کی خصوصیت ہے یا اس وقت کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد نہ فرما رہے تھے۔ لہذا عمومی ممانعت کی وجہ سے خطبہ کے دوران سنتیں ادا کرنا جائز ہے نہ تہیۃ المسجد۔ واللہ اعلم

تذکرۃ الفقہاء:

حصہ دوم

فقہ ابن فقیہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

فقہ میں آپ رضی اللہ عنہما کا مقام:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شمار کبار فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ فقہ میں ان کی جلالت شان کو بیان کرتے ہوئے میمون بن مہران فرماتے

ہیں: ما رأیت افقہ من ابن عمر۔ (اعلام الموقعین ج 1 ص 18)

میں نے میں ابن عمر سے بڑا فقیہ کہیں نہیں دیکھا۔

امت کے ایک بہت بڑے طبقہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس نعمت عظمیٰ (فقاہت) کو حاصل کیا امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ رضی اللہ عنہما کے شاگردوں

کی تعداد 220 سے کچھ اوپر بتائی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 110، 109)

ان شاگردوں نے فقہ والی دولت آپ سے لے کر آگے امت میں پھیلائی۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگردوں سے امت کو علم و فقہ والی دولت ملی ہے اس میں بہت بڑا حصہ حضرت ابن

عمر رضی اللہ عنہما کے شاگردوں کا ہے۔ (اعلام الموقعین ج 1 ص 21)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما با کمال، فقیہ ہونے کے باوجود کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع کو پسند کرتے تھے اور ان کی مخالفت کو درست نہ سمجھتے تھے آپ رضی اللہ عنہما

اکثر فرمایا کرتے تھے میں نے اپنے رفقاء کو ایک متعین راستے پر چلتے دیکھا ہے اگر میں اس راہ سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اختیار کروں تو خطرہ ہے کہ میں ان کے ساتھ نہ مل سکوں۔ (فقہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ص 39، 40)

مجتہد کو اللہ پاک کئی ایک خصوصیات سے نوازتے ہیں۔

- مسائل غیر منصوصہ کو منصوصہ پر قیاس کرنا۔
 - حدیث نبوی سے مراد پیغمبر کو سمجھنا۔
 - جن مسائل کے متعلق احادیث دو قسم کی ہیں ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا وغیرہ۔
- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے تینوں خوبیوں سے نوازا تھا۔
- اگر ایک آدمی نے کسی عورت کے ساتھ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ زنا کا ارادہ کر چکا تھا تو صرف ارادہ زنا سے اس پر حد نہیں لگائی جائے گی آپ رضی اللہ عنہما نے اس پر دوسرا مسئلہ قیاس کیا کہ اگر ایک شخص نے کسی کا سامان چوری کیا مگر اس کو گھر سے باہر نہیں نکالا تھا تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

[مصنف عبدالرزاق ج 9 ص 491 رقم 19082]

معلوم ہوا آپ اجتہاد کے قائل تھے قرآن و سنت کے بعد مسائل کے حل کے لیے فقہ کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔

مراد پیغمبر کی تعیین:

حضور علیہ السلام نے اہل ایمان کو مشرکین کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے داڑھی کو بڑھانے کا فرمایا حدیث میں الفاظ ہیں "وفروا للہی"

[بخاری ج 2 ص 875 باب تعلیم الاطفال]

یعنی داڑھی کو چھوڑ دو اس حدیث کی شرح میں مشہور غیر مقلد عالم و حید الزمان لکھتے ہیں

کہ مختاریہ ہے کہ داڑھی کا چھوڑ دینا افضل ہے اس کو بڑھنے دینا

[تیسر الباری ج 5 ص 529]

اب داڑھی کتنی بڑھانی چاہیے اس حدیث میں اس کے متعلق کوئی صریح حکم نہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں نے مراد پیغمبر کو اپنے عمل سے واضح کیا آپ کے بارے میں منقول ہے "انہ کان یقبض علی لحیتہ فیأخذ منها ما جاوز القبضة"

[کتاب الآثار بروایۃ القاضی ص 234 رقم 1040]

اب مٹھی سے زائد داڑھی کو کاٹ لیتے تھے۔ یہی بات صحیح بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے: وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ

[بخاری ج 2 ص 875]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو مٹھی سے زائد داڑھی کو تراش لیتے تھے۔

حدیث میں مطلقاً داڑھی بڑھانے کا حکم تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے عمل سے اس کی حد کو واضح فرمادیا۔

فقہی مسائل:

احادیث متعارضہ میں کسی ایک کو ترجیح۔

1: امام کے پیچھے قراءت نہ کرنا۔

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ: كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَنَحْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ

[موطا امام مالک ص 68 باب ترک القراءة خلاف الامام فيما جهر]

یعنی آپ کا نظریہ تھا کہ جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو قراءت کی ضرورت نہیں

بلکہ امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت کے لیے کافی ہے۔ ہاں کوئی اکیلا نماز پڑھے تو قرآن ضروری ہے اور آپ کا اپنا معمول بھی امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کا تھا۔

2: ترک رفع الیدین۔

عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ

[سنن طحاوی ج 1 ص 163]

حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز ادا کی آپ نے صرف شروع نماز میں رفع یدین کیا بعد میں نہیں کیا۔

3: آپ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے تھے۔

[مصنف عبدالرزاق رقم 11387، مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 11، رقم 5]

4: وتر تین رکعات ہیں۔

عَنْ عُقَبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْوُتْرِ، فَقَالَ: أَتَعْرِفُ وَتَرَ النَّهَارَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، صَلَاةُ الْمَغْرِبِ قَالَ: صَدَقْتَ أَوْ أَحْسَنْتَ

[سنن طحاوی ج 1 ص 197 باب الوتر]

عقبہ بن مسلم کہتے ہیں نے حضرت ابن عمر سے وتر کے متعلق سوال کیا آپ نے پوچھا دن کے وتر تو جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں مغرب کی نماز آپ نے فرمایا بالکل ٹھیک کہا۔ یعنی جس طرح مغرب کی تین رکعتیں ہیں وتر کی بھی تین رکعتیں ہیں،

5: فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتیں ادا کرنا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: "حَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِنْ بَيْتِهِ، فَأَقْبَمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ، فَكَرَعَ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي

الطَّرِيقِ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ

[سنن طحاوی ج 1 ص 256]

آپ نے صبح کی نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لائے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد کے باہر پہلے سنتیں ادا کیں پھر جماعت میں شامل ہو گئے۔
6: بدرک رکوع بدرک رکعت ہے۔

عن ابن عمر قال إذا أدركت الإمام راكعاً فركعت قبل أن يرفع فقد أدركت

[مصنف عبدالرزاق ج 2 ص 279 رقم 3361]

حضرت نافع سے روایت ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا جب آپ امام کو رکوع کی حالت میں پاؤ تو تم نے وہ رکعت پالی۔

وفات:

آپ کی دلی تمنا تھی کہ مجھے موت مدینہ میں آئے مگر تقدیر کچھ اور تھی آپ کی وفات 74ھ میں 83 یا 84 برس کی عمر میں مکہ میں ہوئی وصیت کے مطابق لوگوں نے آپ کو حرم کے باہر دفن کرنا چاہا مگر حجاج نے مداخلت کر کے خود ہی جنازہ پڑھایا اور مہاجرین کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

[سیر صحابہ ج 1 ص 16 حصہ دوم]

نماز اہل سنت والجماعت

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

کیفیت اشارہ :

عَنِ ابْنِ حُمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَخَمْسِينَ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 216 باب صفة الجلوس في الصلوة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشهد میں بیٹھتے تھے تو اپنا بائیں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور دائیں ہاتھ سے (۵۳) کے عدد کی شکل بناتے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرتے۔“

اشارہ کے وقت انگلی کو بار بار حرکت نہ دینا :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ إِذَا دَعَا وَلَا يُجَرِّكُهَا۔

(سنن النسائي ج 1 ص 187 باب بسط اليسرى على الركبة، سنن ابى داؤد ج 1 ص 149 باب الاشارة في التشهد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔“

شہادت والی انگلی کو آخر نماز تک بلا حرکت بچھائے رکھنا :

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَقَدْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِزِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِزِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ وَبَسَطَ السَّبَابَةَ وَهُوَ يَقُولُ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبِي عَلَى دِينِكَ.

(جامع الترمذی ج 2 ص 199 ابواب الدعوات باب بلا ترجمہ)

ترجمہ : حضرت عاصم بن کلیب اپنے باپ کلیب سے وہ اپنے باپ حضرت شہاب بن مجنون رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

”شہاب بن مجنون فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے اور اپنا بائیں ہاتھ بائیں ران پر رکھا ہوا تھا اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلمہ کی انگلی کو بچھایا ہوا تھا اور یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

نوٹ : (دعا مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے) اے دلوں کو پھیرنے والی ذات میرا دل اپنے دین پر ثابت قدم فرما !

فائدہ : دعاء تشہد میں درود شریف کے بھی بعد سلام کے قریب مانگی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی انگلی کو بچھا کر اسی حالت پر برقرار رکھے ہوئے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انگلی کو آخر نماز تک بچھائے رکھنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

”قُلْتُ فِيهِ إِدَامَةُ إِشَارَةِ التَّشَهُُّدِ إِلَى آخِرِ الصَّلَاةِ“

(الثواب الحلی علی جامع الترمذی للثانوی ج 2 ص 199)

ترجمہ: میں (مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ثابت ہے کہ اشارہ آخر نماز تک برقرار رکھنا چاہیے۔

تشہد میں نظریں شہادت کی انگلی سے آگے نہ بڑھیں:

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔
 قَالَ: لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 149 باب الاشارة في التشهد، سنن النسائي ج 1 ص 173 باب موضع البصر في التشهد)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انگلی کے اشارہ سے آگے نہ جاتی تھی۔

تشہد سر اُپر ہٹنا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخْفِيَ التَّشَهُدُ۔
 (سنن ابی داؤد ج 1 ص 149 باب اخفاء التشهد، جامع الترمذی ج 1 ص 65 باب ما جاء انه يخفي التشهد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ تشہد آہستہ پڑھا جائے۔

قعدہ اولیٰ سے تکبیر کہتے ہوئے اٹھنا:

عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَكْثَرَ عُمَرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَوةً خَلَفَ
 عَلَيَّ بَنِي أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ
 الرُّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 114 باب يكبر وينهض من السجدين)

ترجمہ: حضرت مطرف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمران بن

حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، جب سر اوپر اٹھاتے تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے۔

تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرنا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ نَحْوَ صَدْرِهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَفْعَلُ بَعْدَ ذَلِكَ
(الناسخ والمنسوخ لابن شاهين ص 153 باب رفع اليدين في الصلوة)

ترجمہ: حضرت بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور نہ اس کے بعد کرتے۔“

فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنا:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمْرِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأَمْرِ الْكِتَابِ.
(صحيح البخارى ج 1 ص 107 باب يقرأ في الاخيرين بام الكتاب، صحيح مسلم ج 1 ص 185 باب القراءة في الظهر والعصر)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

قعدہ اخیرہ کرنا:

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى

اللہ علیہ وسلم..... فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ
وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، أَسْلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. أَسْلَامٌ
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ..... أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 115 باب التشہد فی الاخرة، صحیح مسلم ج 1 ص 173 باب التشہد فی
الصلوة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ
تعالیٰ ہی سلام ہے۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے (تشہد) یوں کہنا چاہئے
التحیات لله والصلوات والطيبات ... آخر تک۔

2: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُُّدُ فِي وَسْطِ الصَّلَاةِ وَفِي آخِرِهَا۔

(مسند احمد ج 4 ص 238 حدیث نمبر 4382)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھے درمیان نماز اور آخر نماز میں تشہد کی تعلیم دی۔

تورک نہ کرنا:

تشہد میں سرین کے بل بیٹھنے کو ”تورک“ کہتے ہیں۔ تورک کی نفی احادیث
میں وارد ہے اور دایاں پاؤں کھڑا کرنے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھنے کا ذکر ملتا ہے۔

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصَبَ
رَجْلَكَ الْيُمْنَى وَتُثْبِتِي الْيُسْرَى۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 114 باب سنة الجلوس فی التشہد، سنن النسائی ج 1 ص 173 باب کیف
الجلوس للتشہد الاول)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں سنت یہ ہے کہ آپ دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا دیں۔

2: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْفَرَاءَةِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَانَ يَقْرَأُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصَبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 194 باب ما یجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتح بہ ویختم بہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے شروع کرتے اور قرأت الحمد للہ رب العالمین سے اور (تشہد میں) اپنا بایاں پاؤں پھیلاتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے۔

درود شریف پڑھنا:

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُمَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَحْمِدِ اللَّهَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَلْتُ أَيُّهَا الْهَاضِمُ ثُمَّ عَلَيْهِمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيَ فَمَجَّدَ اللَّهَ وَحَمَدَهُ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْعُ تُجِبْ وَاسْئَلْ تُعْطَ۔

(سنن النسائی ج 1 ص 189 باب التمجید والصلوۃ علی النبی علیہ وسلم فی الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ نماز میں نہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ اے

نمازی تم نے جلدی کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سکھایا (کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پھر نبی علیہ السلام پر درود پڑھا کرو) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور آدمی سے سنا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اللہ کی بزرگی بیان کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کرتیری دعا قبول ہوگی، سوال کر عطا کیا جائے گا۔

الفاظ درود شریف :

حضرت کعب بن عجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ؟ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ. قَالَ قُولُوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 477 باب ینفون النسلان فی المشی)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور اہل بیت پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلام بھیجنے کا طریقہ تو بتلادیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہا کرو اللھم صل علی محمد آخر تک۔ (ترجمہ یہ ہے) اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمتیں نازل کیں، بے شک تو قابل تعریف بزرگی والا ہے۔ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور

ان کی آل پر برکت نازل کی تھی، بے شک تو قابل تعریف بزرگی والا ہے۔

بعد از تشہد اختیاری دعا :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ
الَّتَحِيَّاتُ لِلَّهِ..... أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ مِنَ الدَّعَاءِ اعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو.
(صحيح البخارى ج 1 ص 115 باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد وليس بواجب، صحيح مسلم ج 1 ص 173 باب التشهد فى الصلوة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
”اللہ ہی سلام ہے۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ یوں کہے التحیات للہ (آخر تشہد تک) پھر اس کو اختیار ہے کہ جو دعا اسے پسند ہو مانگے۔“

الفاظ دعا :

1: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ذکر فرمائی :
رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ.

(سورة ابراهيم: 40-41)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا اور میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار! مجھے، میرے والدین کو اور تمام مومنین کو حساب والے دن بخش دے

2: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنِي دُعَاءٌ أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي. قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا

وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَأَعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 115 باب الدعاء قبل السلام ، صحیح مسلم ج 1 ص 347 باب الدعوات والتعوذ)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے کوئی دعا سکھائیں جسے میں اپنی نماز میں مانگا کروں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا مانگا کرو۔

(ترجمہ دعا) ”اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے علاوہ کوئی اور ذات نہیں جو گناہ بخش دے، پس اپنے ہاں میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو ہی مغفرت کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔

کسی بھی رکن میں امام سے سبقت نہ کرنا :

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا يُوْجِّهُهُ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْإِنْصِرَافِ۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 180 باب تحریم سبق الامام برکوع او سجود ونحوہا)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب نماز مکمل کی تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ تم لوگ رکوع، سجدہ، قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو۔

نماز کا اختتام سلام پر ہے :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ... وَكَانَ يُخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 195 باب ما یجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتح بہ ویختم بہ ، سنن ابی داؤد ج 1 ص 121 باب من لم یجهر ببسم اللہ الرحمن الرحیم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے شروع فرماتے اور سلام پر ختم کرتے تھے۔

الفاظ سلام :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ. السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 65 باب ماجاء فی التسلیم فی الصلوۃ ، شرح معانی الآثار ج 1 ص 190 باب السلام فی الصلوۃ کیف ہو ؟)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے (اور یہ فرماتے تھے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

کیفیت سلام :

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ وَيُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ. السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ حَتَّى يَرَى بَيَاضَ خَدِّهِ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَحُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا يَقْعَلَانِ ذَلِكَ۔

(سنن النسائی ج 1 ص 194 باب کیف السلام علی الیمین)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہر اونچ، بیچ، قیام، قعدہ، وغیرہ میں تکبیر کہتے تھے اور دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے (اور فرماتے تھے) السلام علیکم ورحمة اللہ۔ السلام علیکم ورحمة اللہ، یہاں تک کہ آپ کے گالوں کی سفیدی نظر آتی تھی اور میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

2: عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى أَرَى بَيَاضَ خَدَيْهِ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 216 باب السلام التحليل من الصلوة عند فراغها وكيفيته)

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے گالوں کی سفیدی دیکھتا تھا۔

مقتدیوں کا امام کے سلام کے ساتھ سلام پھیرنا:

1: عَنْ عَثْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى نَامَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا جِئِينَ سَلَّمَ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 116 باب يسلم حين يسلم الامام)

ترجمہ: حضرت عثبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا ہم نے سلام پھیرا۔

2: كَانَ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَسْتَجِيبُ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ. (ايضاً)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ جب امام سلام

بھیرے تو مقتدی بھی سلام بھیج دیں۔

جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سرّاً قراءت کرنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعُنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعُنَا كُمْ وَمَا أَخْفَى عَلَيْنَا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 106 باب القراءة في الفجر، صحیح مسلم ج 1 ص 170 باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرات کی جاتی ہے۔ پس جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرات سنائی (یعنی بلند آواز سے پڑھی) ہم بھی تمہیں سناتے ہیں اور جس نماز میں ہم سے اخفاء کیا (یعنی آہستہ پڑھی) تو ہم بھی تم سے اخفاء کرتے ہیں۔

دوران نماز آنکھیں بند نہ کرنا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلَا يَغْمِضْ عَيْنَيْهِ۔

(المعجم الكبير للطبرانی ج 5 ص 247 رقم الحديث 10794، المعجم الاوسط للطبرانی ج 1 ص 603 رقم الحديث 2218)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔

تذکرۃ المحدثین:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

مولانا محمد اکمل راجنپوری حفظہ اللہ

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہما کا شمار صحابہ کرام کی اس جماعت میں ہوتا ہے جو علم و فضل اور عبادت و ریاضت کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتے تھے۔

آپ کا علمی ذوق:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو علم کی تلاش اور جستجو بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے آپ نے اپنی مادری زبان کے علاوہ عبرانی زبان میں بھی اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی تھی۔ دربار نبوی میں اکثر حاضر رہتے، جو کچھ زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے اس کو زیب قرطاس کر لیتے تھے۔ اسی ذوق اور جستجو کی بناء پر جس قدر احادیث نبوی کا ذخیرہ آپ کے پاس تھا اس کا اندازہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان سے لگایا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ حَدِيثًا مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ

سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 46

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما واحد شخص ہیں جن کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث کا ذخیرہ موجود تھا، وجہ یہ تھی کہ عبد اللہ

بن عمرو احادیث لکھتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جو کچھ زبان نبوت سے سنتے اس کو لکھ لیتے ایک مرتبہ قریش کے چند بزرگوں نے ان کو اس سے منع کیا، تو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کے ارشادات اور ملفوظات کا ایک مجموعہ جمع کیا جس کا نام صادقہ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہما اس مجموعہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تکیے کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر دیکھنے لگا تو انہوں نے منع کیا۔ تو میں نے کہا آپ تو مجھ کو اپنی کسی کتاب اور کسی اور چیز سے منع نہ فرماتے تھے تو انہوں نے فرمایا:

إن هذه الصحيفة الصادقة التي سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بيني وبينه أحد

{ سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 46، اسد الغابہ ج 3 ص 234، مسند احمد ج 4 ص 192، سنن ابی داود، باب کتابۃ العلم }

یہ وہ صحیفہ حق ہے جس کو میں نے تنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر جمع کیا تھا۔

درس حدیث کا حلقہ:

عالم ربانی کے درس حدیث کا حلقہ بہت وسیع تھا چنانچہ طالبان علوم نبوی دور دراز ممالک سے سفر کر کے حصول حدیث کے لیے ان کے دربار میں حاضر ہوتے اور آپ جہاں جاتے وہیں پہ متلاشیان علم کا ایک جم غفیر آپ کے ارد گرد جمع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک نخعی بزرگ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ایلیاء کی مسجد میں جماعت

کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پہلو میں آکر کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے اس کے پاس سمٹ آئے دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔

{مسند احمد ج 4 ص 198}

اخبار رسول کے بیان کرنے میں احتیاط:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے جب کوئی بات پوچھی جاتی اگر آپ کو یاد ہوتی تو بتا دیتے اگر زبانی کچھ یاد نہ ہوتا تو دیکھ کر جواب دیتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابو قبیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مین نے سوال کیا کہ قسطنطنیہ پہلے فتح کیا جائے گا یا رومیہ؟ ان کو زبانی یاد نہ تھا انہوں نے صندوق منگا کر ایک کتاب نکالی اور اس کو ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے لکھ رہے تھے کہ کسی نے یہی سوال کیا تھا۔

{مسند احمد ج 2 ص 176}

طالبان حدیث کے ساتھ برتاؤ:

آپ رضی اللہ عنہما اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے گرد بہت بڑا مجمع تھا ایک شخص اس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا لوگوں نے روکا تو آپ نے فرمایا اس کو آنے دو تو وہ آپ کے پاس آکر بیٹھا اور سوال کیا کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان یاد ہو تو بیان فرمائیے تو آپ نے فرمایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلم وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔

[مسند احمد ج 4 ص 192]

اہل علم کی قدر شناسی:

عالم ربانی سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بہت بڑے عالم اور صاحب علم و عمل ہونے کے باوجود اپنے معاصرین علماء اور اہل علم کی قدر کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ان کے سامنے فقیہ الامت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو فرمانے لگے، لوگوں نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس کو میں اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو اور سب سے پہلے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

{صحیح مسلم باب مناقب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ}

تعداد مرویات:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس احادیث نبوی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جیسا کہ حافظ الحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ کا فرمان ہے۔ لیکن آپ کی مرویات کی تعداد کتب احادیث میں سات سو [700] ملتی ہیں جن میں سے 7 احادیث صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ہیں۔ جب کہ 8 احادیث صرف صحیح بخاری اور 20 احادیث صرف صحیح مسلم میں ہیں۔ {سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 43، تہذیب ج 7 ص 208}

سن وفات:

آخر کار علوم نبوی کے بحر بیکراں، علم و عمل کے پیکر امام العابدین عالم ربانی سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بھی 65ھ کو دار الفناء کو چھوڑ کر دار البقاء

کو کوچ کر گئے۔ {سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 48}

تذکرۃ الاکابر:

دوسرا حصہ

مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

مولانا محمد عبد اللہ معتمد حفظہ اللہ

خانگی زندگی:

آپ کا پہلا نکاح مدرسہ ”عین العلم“ میں تدریس کے دوران ہوا۔ اس زوجہ محترمہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے لیکن دونوں بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد رفیقہ حیات بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔ بعد ازاں دوسرا عقد جناب شرف الدین کی صاحبزادی سے کیا، ان کے بطن سے سات بچے ہوئے جن میں سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں بقید حیات رہیں۔

دینی خدمات:

حضرت مفتی صاحب نے اپنی زندگی اسلام اور اہل اسلام کے لیے وقف کر دی تھی۔ تشنگانِ علوم دینیہ کی سیرابی اور اسلام و مسلمانوں کی خدمت کے لیے آپ نے اپنا عیش و آرام قربان کر دیا۔ اسی کے ساتھ آپ نے اپنے خداداد فقہی ذوق کے ذریعے اسلام کی جو خدمت انجام دی وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ ”مدرسہ عین العلم“ کی تدریس کے دوران ہی آپ نے فتویٰ نویسی کا عظیم کام جاری فرمادیا تھا۔ آپ کا سب سے پہلا فتویٰ جو بہت مدلل و مبسوط تھا، اسے شاہجہانپور کے تمام علماء اور خاص کر آپ

کے استاذ مولانا عبیدالحق صاحب نے بہت سراہا۔ دہلی منتقل ہونے کے بعد دہلی کی تمام عدالتوں میں آپ کے فتویٰ کو معتبر سمجھا جانے لگا اور آپ کی صاف اور واضح تحریر سے عدالتوں کو کافی آسانی ہوئی۔ خود فرماتے تھے کہ حصولِ تعلیم کے زمانہ میں میں نے اگرچہ بہت کم محنت کی مگر افتاء کے معاملے میں بڑی احتیاط سے کام لیا کرتا تھا۔

فرق باطلہ کا تعاقب:

حضرت مفتی صاحب اسلام بالخصوص دیوبندی مکتبہ فکر کے عظیم ترجمان تھے۔ تحریک خلافت کے بعد ۱۹۲۲ء میں جب سوامی شر دھاند نے شدھی کی تحریک شروع کی اور ہزاروں مسلمانوں کو مرتد بنایا تو آپ نے بحیثیت صدر جمعیت علماء ہند اس کی روک تھام کے لیے کوشش شروع کی، تبلیغی وفد بھیجے گئے اور جلسے جلوس کے ذریعے رائے عامہ کو منظم و بیدار کیا۔ صرف اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ خود بھی ایک وفد لے کر بمقام اچھیز پنچے اور وہاں کے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔

رد عیسائیت:

شدھی تحریک کی طرح آپ نے دوسری باطل تحریکوں اور فتنوں کی سرکوبی میں بھی کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ عیسائی مشینریاں جو حکومت کی سرپرستی میں پورے ملک خاص کر مسلمانوں کو مرتد بنانا چاہتی تھیں، حضرت مفتی صاحب نے ان سے مقابلہ کر کے نہ صرف انھیں پسپائی پر مجبور کیا بلکہ انہیں ملک بدر ہونا پڑا۔

انگریزی سامراج نے برصغیر میں اپنی حکومت کی زندگی بڑھانے اور عیسائیت کی نشر و اشاعت کے لیے صرف ان تحریکوں کا سہارا نہیں لیا بلکہ بعض ایسے قانونی اقدامات بھی کئے جو اس کی پالیسی میں مددگار ثابت ہو سکتے تھے۔ ساردا ایکٹ

۱۹۲۹ء [مخلوط شادیوں کا ایکٹ] ایسے قانون ہیں جو مثال میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے اس قانون کی مخالفت اور مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ کے لیے ۱۹۲۹ء میں ”مجلس تحفظ ناموس شریعت“ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور عام ایجنی ٹیشن اور قانون شکنی کا اعلان کیا۔ خود بھی اس قانون شکنی میں شریک ہوئے، ساردا بل پر آپ کی معرکتہ الآراء تنقید کو اہل علم حلقوں میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور آپ کی یہ تحریک پورے طور پر کامیاب ہوئی۔

رد قادیانیت:

جب شاہجہان پور میں فتنہ قادیانیت نے ایک تاجر حاجی عبدالقدیر، حافظ سید علی اور حافظ مختار احمد کے ذریعے ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کیے تو مولوی محمد اکرام اللہ خان مرحوم نے ان کے رد میں مضامین لکھے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کو ناکافی سمجھ کر خود ایک رسالہ ”البرہان“ جاری کیا، جس کے مدیر آپ خود تھے۔ اس کا پہلا شمارہ شعبان ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا جس کی برکت سے دنیا پر قادیانیت کا حقیقی چہرہ اور پس پردہ کار فرما عناصر کے مقاصد ظاہر ہو گئے۔ نتیجتاً قادیانیت کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

تصانیف:

حضرت مفتی صاحب کے اوقات بہت مصروف رہتے تھے۔ تدریسی اور سیاسی سرگرمیاں، فتویٰ نویسی کا کام اور مختلف اداروں کی سرپرستی کی وجہ سے ہر وقت مشاغل میں گھرے رہتے لیکن اس کے باوجود تصنیف کے میدان کو بھی خالی نہیں چھوڑا۔ آپ کی مشہور و معروف تالیف ”تعلیم الاسلام“ ہے جس کے مختلف زبانوں

میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ آپ کے جمع شدہ فتاویٰ بھی تصنیف و تالیف کے میدان میں ایک علمی سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے شیخ الہند رحمہ اللہ کے حالات پر ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ ماہنامہ ”البرہان“ میں آپ کے شائع شدہ مضامین و مقالات اور خطبات و مکتوبات کا بہت بڑا ذخیرہ اس کے علاوہ ہے۔

سیاسی خدمات:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی سیاسی بصیرت پر دنیا ناز کرتی ہے۔ آپ کی سیاسی بصیرت مسلم تھی۔ اسی وجہ سے جب شیخ الہند رحمہ اللہ سے ان کے ایک شاگرد نے ہر سیاسی مسئلہ کے بارے میں مفتی صاحب سے مشورہ کرنے کی وجہ پوچھی تو شیخ الہند رحمہ اللہ نے آپ کی شان میں کیا خوب فرمایا تھا:

”بے شک تم لوگ سیاستدان ہو لیکن مولوی کفایت اللہ کا دماغ سیاست ساز ہے۔“

جب مسلمانوں کی ترجمانی کے لیے علماء ہند نے جمع ہو کر ”جمعیت علماء ہند“ کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے حضرت مفتی صاحب کو جمعیت علماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا۔ جمعیت کا پہلا دفتر ”مدرسہ امینیہ دہلی“ میں آپ کے کمرہ میں قائم ہوا۔ اس وقت کوئی محرر اور خادم نہیں تھا بلکہ آپ خود اور مولانا احمد سعید صاحب [ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند] اپنے ہاتھوں سے تمام کام کیا کرتے تھے۔

تقریباً بیس سال آپ جمعیت علماء ہند کے صدر رہے مگر عاجزی و انکساری اتنی تھی کہ اس طویل عرصہ تک کبھی سالانہ کانفرنس کی صدارت نہیں فرمائی۔ قومی امور میں حتی الامکان اپنی جیب سے خرچ فرماتے تھے۔

۱۹۲۸ھ میں پشاور میں منعقد ہونے والے جمعیت علماء ہند کے اجلاس میں آپ کے صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے۔ استقبالیہ کمیٹی کے بے حد اصرار کے باوجود آپ نے صاحبزادے کا سفر خرچ لینے سے یہ فرما کر انکار کیا: ”یہ صدر کا بچہ ضرور ہے مگر جمعیت کا رکن نہیں۔“

۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی میں آپ کو بے انتہاء باغیانہ اور خطرناک تقریریں کرنے کے جرم میں ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء بمطابق ۱۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ میں اپنے دولت خانہ واقع ”کوچہ چیلان“ سے رات ۲ بجے گرفتار کیا گیا۔ ۶ ماہ قید بامشقت کی سزا سنائی گئی اور اے کلاس دی گئی۔

دوسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ سول نافرمانی شروع ہو گئی۔ اس موقع پر جمعیت علماء ہند نے سول نافرمانی کا ڈکٹیٹر مفتی صاحب کو مقرر کیا اور دفعہ ۱۱۲ کی خلاف ورزی کے لیے ۱۱۔ مارچ ۱۹۳۲ء بروز جمعہ جمعیت علماء کی طرف سے جلسہ و جلوس کا اعلان کیا گیا۔

سٹیج پر طوفانی تقریر کے دوران پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور مفتی صاحب کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا اور ادھر عدالت قائم کر کے ۱۸۔ ماہ قید بامشقت سزا سنائی گئی لیکن مفتی صاحب جیل میں بھی اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔

مولانا سعید احمد لکھتے ہیں: قیدیوں کے پھٹے ہوئے کپڑے عام طور پر مفتی صاحب سیا کرتے تھے اور قیدیوں سے کام لینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ بھی ہماری طرح قیدی ہیں، ان سے ہم خدمت کس طرح لے سکتے ہیں؟! [جاری]

تعارف کتب فقہ

حصہ چہارم

فتاویٰ عالمگیری

مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ

مدت تالیف:

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کا کام اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کی تخت نشینی کے چار سال بعد ایک شاہی فرمان کے ذریعہ 1073ھ بمطابق 1663ء میں شروع ہوا اور 8 سال کے طویل عرصہ میں 1081ھ کو مکمل ہوا۔

مضامین و مشمولات:

فتاویٰ ہندیہ کا انداز نہایت دلچسپ ہے، اس سے نفع اٹھانا بہت آسان ہے۔ عنوانات کی ترتیب اس قدر شاندار اور بہترین ہے کہ کسی بھی موضوع سے متعلق کوئی مسئلہ تلاش کرنے میں دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ذرا سی دیر میں مطلوبہ مسئلہ سامنے ہوتا ہے۔ اس میں تمام عنوانات ”کتاب“ کے لفظ سے بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب النکاح، کتاب البیوع، کتاب الصيد اور کتاب الفرائض..... ان میں سوائے کتاب اللقیط، کتاب اللقطہ، کتاب الالباق اور کتاب المفقود کے باقی سب عنوانات میں الگ الگ باب مقرر کیے گئے ہیں۔ اور اکثر عنوانات میں ہر ”باب“ کے تحت ”فصل“ کا عنوان قائم کر کے مسئلہ زیر بحث سے

متعلق بہت سے ضمنی مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ”باب“ کا عنوان تو موجود ہے مگر ان کے تحت ”فصل“ کا لفظ یا تو بالکل نہیں یا بہت کم ہے۔ ایسے عنوانات بھی اس کتاب کا حصہ ہیں جن میں صرف ”فصول“ ہیں ”باب“ ایک بھی نہیں۔ مثال کے طور پر کتاب الطہارۃ سات ابواب پر مشتمل ہے جنہیں باب اول، باب ثانی، باب ثالث اور باب رابع..... کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر ہر باب کے تحت کچھ ”فصول“ ہیں جنہیں فصل اول، فصل ثانی اور فصل ثالث کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ زیادہ واضح الفاظ میں یوں سمجھیے:

باب اول:۔۔۔۔ وضو کے بیان میں

فصل اول:۔۔۔۔ وضو کے فرائض کے بیان میں

فصل دوم:۔۔۔۔ وضو کی سنتوں کے بیان میں

فصل سوم:۔۔۔۔ وضو کے مستحبات کے بیان میں

باب دوم:۔۔۔۔ غسل کے بیان میں

فصل اول:۔۔۔۔ غسل کے فرضوں میں

فصل دوم:۔۔۔۔ غسل کی سنتوں میں

فصل سوم:۔۔۔۔ ان چیزوں کے بیان میں جن میں غسل واجب ہوتا ہے۔

اور کتاب الذبائح کا انداز یہ ہے:

پہلا باب:۔۔۔۔ ذبح کے رکن، شرائط، حکم اور اس کی اقسام کے بیان میں

دوسرا باب:۔۔۔۔ ان جانوروں کے بیان میں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جن

کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

تیسرا باب:۔۔۔ متفرق مسائل کے بارے میں

اس کے علاوہ ”کتاب الشروط اور کتاب الحیل“ صرف فصول پر مشتمل ہیں ان میں باب کا ایک عنوان بھی نہیں۔

فتاویٰ میں عربی کے علاوہ بعض مقامات پر ضمناً فارسی زبان کا استعمال بھی کیا گیا ہے اور سہولت کے پیش نظر نمبر لگا کر اسی صفحہ کے نیچے اس عبارت کا عربی میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ مثلاً باب فی احکام المرتدین پر یہ مسئلہ موجود ہے کہ ایک آدمی نے گواہوں کی عدم موجودگی میں کسی عورت سے نکاح کیا پھر اس نے فارسی زبان میں یہ کلمات کہے: ”خدا یرا و رسول را گواہ کردم“ او قال: خدای را و فرشتگان را گواہ کردم“ کفر۔

ج 2 ص 288

ترجمہ: میں نے اللہ اور رسول کو گواہ بنایا یا کہا: میں نے اللہ اور فرشتوں کو گواہ بنایا تو یہ کلمات کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

فتاویٰ کی فقہی اہمیت:

فقہی اعتبار سے فتاویٰ عالمگیری کو بڑی اہمیت حاصل ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں جو مسائل بیان کیے گئے ہیں وہ یا تو فقہ حنفی کی رو سے رائج اور مفتی بہ ہیں یا ظاہر الروایت کے ہیں یعنی فقہ کی ان چھ معروف کتابوں سے ماخوذ ہیں جو امام محمد رحمہ اللہ کی تصانیف ہیں فقہ حنفی میں ان کتابوں کو نہایت اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہیں۔ جامع الکبیر، جامع الصغیر، المبسوط، الزيادات، السیر الکبیر اور السیر الصغیر، اور فقہی

اہمیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ فقہ کی تمام اہم اور قابل ذکر کتابوں کا نچوڑ ہے، اس کے ماخذ و مراجع فقہ حنفیہ میں بڑی وقعت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرقہ اہل حدیث کے ایک عالم محمد اسحاق بھٹی باوجود تعصب رکھنے کے فتاویٰ ہندیہ کی اہمیت و ضرورت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ انہوں نے فتاویٰ عالمگیری کو ایک بے مثال کارنامہ اور بہت بڑی علمی خدمت قرار دیا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں "واقعہ یہ ہے کہ اسلامی ہند میں فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تالیف بہت بڑی علمی خدمت ہے۔ اس اہم کام کا جس انداز سے آغاز ہوا، جس نہج سے یہ مختلف منازل سے گزرا اور پھر جس اسلوب سے یہ تکمیل پذیر ہوا اس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔ یہ ایک گلستان فقہ ہے، جس میں عبادات اور معاملات دونوں پہلوؤں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور ہر مسئلہ کے گوشے کو کتب فقہ کے حوالوں سے منقح [صاف ستھرا، مزین] کیا گیا ہے۔ تشنگی کسی حصے میں بھی حتی الامکان باقی نہیں رہنے دی گئی۔

[برصغیر میں علم فقہ ص 273]

فتاویٰ کی نمایاں خصوصیات:

1: اس کی پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ یہ صرف کسی ایک شخص یا دو چار علماء کی علمی محنت کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ فقہائے کرام کی بڑی جماعت کی بھرپور کاوشوں کا نچوڑ ہے۔ بادشاہ وقت عالمگیر اور نگ زیب رحمہ اللہ نے جن علمائے کرام کو اس کی ترتیب و تالیف کے لیے منتخب کیا تھا وہ نہ صرف علمی میدان میں اپنا حریف رکھتے نہ تھے بلکہ زہد و تقویٰ، پرہیزگاری و پارسائی میں بھی ان کا مقام بلند تھا اس لیے فقہی اعتبار سے اس میں غلطی کا امکان نہایت کم ہے۔

2: اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی ہندوستان میں علم فقہ کی یہ پہلی مفصل و مبسوط کتاب ہے کئی بار یہ کتابت و طباعت کی منزلوں سے گزری، فارسی اور اردو میں اس کے تراجم کیے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں اس سے پہلے فقہ پر جو کتابیں لکھی گئیں فتاویٰ عالمگیری ان تمام پر فوقیت لے گیا اور علمی دنیا میں اسے ایک منفرد مقام ملا۔

3: اس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فقط حصہ عبادات ہی کو اہمیت نہیں دی گئی اس کا حصہ معاملات بھی ضروری تفصیلات و جزئیات پر مشتمل اور اہم مسائل پر محیط ہے۔

4: فتاویٰ کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تقریباً ہر کتاب کے شروع میں مسئلہ متعلقہ کے معنی و مطلب کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً کتاب الحوالہ، کتاب الشهادات یا کتاب الوکالۃ وغیرہ سب کے آغاز میں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ حوالہ کے کیا معنی ہیں شہادت کا کیا مطلب ہے اور وکالۃ کسے کہتے ہیں؟

5: فتاویٰ کی پانچویں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہر مسئلے کے ماخذ کا حوالہ دیا گیا ہے اور اگر اصل کتاب دستیاب نہ تھی اور مسئلہ دوسری کتاب سے نقل کیا گیا ہے تو ”ناقل عن فلان“ کا لفظ لکھ کر اصل ماخذ کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

(جاری ہے)

زندگی گزارنے کا طریقہ

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

یکم نومبر 2012ء بروز جمعرات حضرت الشیخ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں زندگی گزارنے کے طریقہ پر دلنشین گفتگو فرمائی۔ افادہ عام کے لیے اس بیان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

نحمده و نصلى على رسوله الكريم اما بعد فأعوذُ بالله من الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْعَفُورُ﴾

سورة الملك: 1، 2

میں نے آپ حضرات کی خدمت میں سورت ملک کے شروع کا حصہ تلاوت کیا ہے۔ حدیث مبارک میں سورت ملک پڑھنے کے بہت زیادہ فضائل آئے ہیں اور ترغیب بھی دی گئی ہے کہ رات کو سونے سے قبل اس سورت کو پڑھ لیا جائے۔ جو شخص اس کو پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے قبر میں یہ سورت اس شخص کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی ہے۔

جامع الترمذی: رقم 2890

انسان جو بھی اعمال عالم دنیا میں کرتا ہے، ان اعمال کی عالم مثال میں خاص صورت ہوتی ہے۔ یہ سورة الملك بھی قبر میں خاص شکل میں آکر اللہ تبارک و تعالیٰ سے

بندہ کو بچانے کی سفارش کرتی ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ نے بہت ساری باتیں ہمیں سمجھائی ہیں، میں نے اسی مقصد کے لیے ان آیتوں کی تلاوت کی ہے۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ بہت بابرکت ذات ہے،

اسی کے قبضہ میں پوری دنیا کی بادشاہت و حکومت ہے۔ اللہ جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں چھین لیتے ہیں۔

﴿وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔

قدرت باری تعالیٰ پر ایک واقعہ:

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں کراچی جامعہ بنوریہ میں پڑھتا تھا اور شب جمعہ کا بیان سننے کے لیے کمی مسجد جایا کرتے تھے، بعد میں مرکز بنا تو ”مدنی مسجد“ اس کا نام رکھا گیا۔ کبھی ہمارے ہاں کراچی کے حضرات تشریف لائیں تو میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ جب میں تیسرے سال میں کراچی پڑھتا تھا اور اس وقت یہ مدنی مسجد جو تبلیغی جماعت کراچی کا بہت بڑا مرکز ہے، بنا تھا۔ اللہ کا شکر ہے جب اس کا کناں کھودا گیا تو کناں کھودنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہمیں عطا فرمائی تھی۔ ہم چھوٹے چھوٹے تھے، خواہش ہوتی تھی کہ ایسی نیکیاں کریں جو مستقل صدقہ جاریہ بنیں۔ وہاں مرکز کے امیر تھے بھائی امین صاحب، فوت ہو گئے، بوڑھے تھے۔ شب جمعہ کا بیان فرما رہے تھے، انہوں نے واقعہ بیان کیا کہ دینی مدرسے میں پڑھنے والے سے شیطان کتنا پریشان ہوتا ہے۔ یہ تو آپ کے علم میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں ہے، چھوٹے چھوٹے شیاطین صبح جاتے ہیں اور شام کو رپورٹ دیتے ہیں۔ شام والے چلے جاتے ہیں وہ صبح رپورٹ دیتے ہیں بہت سارے شیاطین آئے انہوں نے

کارگزاری سنائی کہ فلاں بندے سے کفر کروایا، شاباش! فلاں سے زنا، شاباش! فلاں خاوند بیوی کے درمیان جدائی کرائی، اپنے اپنے اعمال سناتے رہے اور اس سے شاباش لیتے رہے۔ امیر صاحب فرمانے لگے: ایک شیطان تھوڑی دیر بعد آیا۔ وہ تھا بھی لنگڑا قسم کا، ابلیس نے پوچھا: تو دیر سے آیا ہے، کیا کام کیا؟ اس نے کہا: میں نے یہ کام کیا کہ ایک بچہ جو روزانہ مدرسہ میں جاتا تھا آج میں نے اس کی چھٹی کروائی ہے۔ ابلیس تخت سے اتر اور اسے سینے سے لگالیا۔ شیاطین نے کہا: یہ بھی کوئی بات ہے، اگر اس نے آج چھٹی کر لی تو کل پھر چلا جائے گا۔ یہ بعض شیاطین کو اشکال ہوا کہ ہمارے سردار نے اس کو شاباش زیادہ دی ہے جس کا کام چھوٹا ہے۔ تو ابلیس نے اس سے پوچھا کہ تو نے تو اسے آج چھٹی کروائی ہے، وہ کل تو چلا جائے گا۔ اس نے کہا کہ اگر بچہ آج مدرسہ نہیں گیا تو کل بھی نہ جائے گا۔ کیونکہ وہ سوچے گا کہ میں اگر اب جاؤنگا تو قاری صاحب ماریں گے کہ کل کیوں نہیں آیا تھا؟ گھر بھی نہیں جائے گا کہ ماں مارے گی کہ مدرسہ کیوں نہیں گیا؟ تو ماں سمجھے گی کہ مدرسہ میں ہے اور قاری صاحب سمجھیں گے کہ گھر میں ہے اور یہ بھٹکتا رہے گا اور مدرسہ چھوڑ جائے گا، نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ بندہ علم دین سے محروم ہو جائے گا، تو میں نے اس لیے ایک دن کی چھٹی کروائی کہ اگلی چھٹیاں یہ خود بخود کرے گا۔ اس پر بھی شیاطین کو تعجب ہوا کہ ایک مولوی نہ بنا تو کیا ہوا؟ ابلیس نے ان کا یہ سوال اور اشکال دور کرنے کے لیے کہا کہ آؤ میرے ساتھ گشت کرو۔ تبلیغ والے اپنا گشت کرتے ہیں نیک اعمال کے لیے، شیاطین اپنے گشت کرتے ہیں گناہوں کی طرف لانے کے لیے۔ چنانچہ اس نے چند ایک شیاطین لیے اور ایک عابد کے دروازے پر دستک دی، وہ نیک اعمال کرنے والا تو تھا لیکن عالم نہیں تھا۔ گھر والوں نے دروازے

سے پوچھا: کون؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے بڑا اہم مسئلہ پوچھنا ہے، انہیں کہیں ہماری بات سنیں۔ گھر والوں نے جواب دیا کہ حضرت اللہ اللہ کر رہے ہیں، بہت زیادہ مصروف ہیں، اس وقت بات نہیں کریں گے۔ ابلیس نے کہا: ہمارا بڑا اہم مسئلہ ہے۔ جب گھر والوں نے جا کر بتلایا کہ لوگ آئے ہیں تو وہ بزرگ تشریف لائے۔

ذکر شیخ کی ہدایت کے مطابق کیا جائے:

ہم بہت سے حضرات سے کہتے ہیں کہ آپ ذکر کریں اپنے شیخ سے پوچھ کر، ذکر کی حیثیت مقویات کی سی ہے۔ اگر آپ مقویات اور خمیرہ کھانا چاہیں، حکیم سے پوچھ پوچھ کر کھائیں گے تو وہ بتلائے گا کہ اس کو کتنی مقویات کی ضرورت ہے؟ تو وہ مقرر کر دے گا اور اگر حکیم سے پوچھتے بغیر دکان پر جائیں اور پانسار سے دس پندرہ مقویات کے نسخے اٹھالیں جس میں مغزیات، دیسی گھی سب چیزیں ملی ہوئی ہوں۔ بندہ سمجھے گا کہ میں نے طاقت کی چیزیں کھائیں ہیں لیکن پتا اس وقت چلے گا جب یہ بیمار ہو گا۔ جس طرح مقویات اور خمیرے حکیم سے پوچھ کر استعمال کرتے ہیں اسی طرح اذکار بھی اپنے شیخ سے پوچھ پوچھ کر کرتے رہیں۔ یہ بات عام بندوں کو سمجھ نہیں آتی۔ بسا اوقات بندہ اتنے زیادہ ذکر کرتا ہے کہ خوراک ہوتی نہیں جس کی وجہ سے دماغ خشک ہو جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں عرش کی سیر کرتا ہوں۔ وہ عرش کی سیر نہیں کرتا۔ وہ خشکی کا مریض ہوتا ہے۔ خشکی دور کر دو تو وہ عرش سے نیچے آجائے گا۔ تو اس لیے اپنے شیخ سے پوچھ کر چلنا ضروری ہے۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کا فرمان:

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ شیخ الاسلام

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے بھی استاد تھے اور مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے بھی استاد تھے۔ بہت بڑے صوفی تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو ذکر کی مثال تو مقویات کی سی ہے، مقویات کے لیے ضروری ہے کہ پہلے آدمی کا معدہ ٹھیک ہو۔ اگر معدہ ٹھیک نہ ہو تو پھر اس کو دیسی گھی پلاؤ اس کو کچھ نفع نہ ہوگا، اگر معدہ اور اندر کا نظام ٹھیک ہو تو خشک روٹی کھلاؤ گے تو اس کو لگے گی اور طاقتور بن جائے گا۔

اگر آدمی گناہوں کی لت سے بچ جائے پھر صرف فرائض پڑھے تو بھی اللہ کا ولی ہے اور ولایت کے اعلیٰ مقامات ملے کرتا چلا جائے گا اور اگر گناہ نہیں چھوڑے گا پھر ذکر کرے گا تو اس سے انسان کو نفع نہیں ہوتا۔ بہت سارے حضرات کہتے ہیں کہ سال ہو گیا، بیعت کی لیکن مجھے نفع نہیں ہوا۔ فائدہ کیسے ہوگا؟

گناہ؛ فیض شیخ میں رکاوٹ ہیں:

میں نے جب حضرت اقدس عارف باللہ مولانا حضرت شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت کی، ہم اشرف المدارس میں بیٹھے تھے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے عصر کی نماز کے بعد کا وقت تھا تو حضرت نے فرمایا: چلو بیعت کرتے ہیں۔ عصر کے بعد جب ہم بیٹھے بیعت کرنے کے لیے تو ہواشمال و جنوب کی چل رہی تھی، بیچ میں دیوار تھی، ہوا انہیں لگ رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا: یہاں ہوا انہیں لگ رہی، چلو اوپر چلتے ہیں۔ وہاں زبردست ہوا چل رہی تھی۔ اس وقت حضرت فرمانے لگے: دیکھو ہوا چل رہی تھی لیکن اس دیوار کی وجہ سے اس ہوا کے فیض سے محروم تھے بالکل اسی طرح مرید شیخ کے پاس رہتا ہے لیکن گناہ کبیرہ کرتا ہے تو جس طرح دیوار ہوا کے چلنے کے باوجود رکاوٹ بن رہی تھی اسی طرح مرید کے گناہ شیخ کے فیض میں رکاوٹ بنتے

ہیں، وہ سمجھتا ہے کہ میرے شیخ میں کمال نہیں، گناہ چھوڑے گا تو فائدہ ہوگا۔ ایک آدمی اپنے حکم سے دوائی لیتا ہے ساتھ پرہیز نہ کرے تو دوائی اثر نہیں کرتی۔ اسی طرح شیخ کی مجلس میں ذکر کرتا رہے لیکن گناہوں سے نہ بچے تو پھر ذکر کیا اثر کرے گا۔ اللہ ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ قصہ:

خیر دروازے پر دستک دی بزرگ تشریف لائے۔ ابلیس نے ان سے مسئلہ پوچھا: حضرت! یہ فرمائیں کہ سوئی کے ناکہ سے اللہ تعالیٰ اونٹ گزار سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ گزار سکتے ہیں، اس لیے کہ ”إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، ابلیس نے کہا: کیسے گزاریں گے؟ فرمایا کہ ناکہ بڑا کر دیں گے یا اونٹ کو چھوٹا کر دیں گے۔ ابلیس نے کہا: نہیں، سوئی کا ناکہ بھی بڑا نہ کریں اور اونٹ کو بھی چھوٹا نہ کریں۔ اب گزار سکتے ہیں یا نہیں؟ اس عابد نے کہا: تیرا دماغ ٹھیک ہے؟ اللہ قادر ہیں یا تو سوئی کا ناکہ بڑا کر دیں گے یا اونٹ کو چھوٹا کر دیں لیکن یہ تو نہیں کہ ناکہ بھی بڑا نہ کریں اور اونٹ کو بھی چھوٹا نہ کریں پھر بھی گزار دیں، تو مذاق کرتا ہے؟! ابلیس نے کہا: جاؤ جا کر سو جاؤ۔ پھر ابلیس ایک عالم کے مکان پر لے گیا۔ وہ سوئے ہوئے تھے۔ دروازہ کھٹکھٹایا، گھر والوں نے بتلایا کہ وہ تو آرام کر رہے ہیں۔ ابلیس نے کہا کہ بڑا ضروری مسئلہ ہے، بڑی دور سے آئے ہیں۔ مولوی صاحب تشریف لائے۔ پوچھا: کیا کام ہے؟ انہوں نے وہی مسئلہ پوچھا کہ بتاؤ اللہ پاک سوئی کے ناکہ کو بڑا کیسے بغیر، اونٹ کو چھوٹا کیسے بغیر گزار سکتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا: ہاں گزار سکتے ہیں۔ کہا: کیسے؟ فرمایا: ”وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ ہیں، گزار سکتے ہیں۔ کہا: کیسے؟ فرمایا:

اگر بات عقل میں آئے پھر مانیں تو پھر ہم نے عقل کی بات مانی خدا کی قدرت کو تو نہیں مانا۔ عقل میں نہ آئے پھر بھی مانے اس کا نام خدا کی قدرت کو ماننا ہے۔ ابلیس نے کہا: ٹھیک ہے جا کر سو جائیں اور اپنے چیلوں سے کہا: چلو اب بتاؤ بات سمجھ میں آئی؟ کہنے لگے: نہیں، تو ابلیس کہنے لگا: بزرگ صبح اٹھے گا اور لوگوں کو بتائے گا کہ رات کو یہ واقعہ پیش آیا میں نے یہ جواب دیا خود بھی کفر پر مرا پورے محلہ کو بھی کافر بنا دے گا اور مولانا صاحب فجر کی نماز پڑھائیں گے اور یہ واقعہ بتلائیں گے، خود بھی توحید پر جائیں گے اور پورے گاؤں کو توحید پر لے آئیں گے۔ اس نے بچہ کو مولوی بننے سے روک دیا اس نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

علاقوں کے علاقے بدلتے ہیں ایک عالم کی وجود سے۔ اللہ ہمیں ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

زندگی اور موت پیدا کرنے کا مقصد:

اگلی بات فرمائی ”الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ“ اللہ نے موت کو بھی پیدا فرمایا اور اللہ نے زندگی کو بھی پیدا فرمایا۔ کیوں پیدا فرمایا؟ اللہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں: ”أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا“ کہ تم میں سے اچھا عمل کون کرتا ہے؟

ایک عجیب نکتہ:

حضرت حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں خود یہ آیت اپنے شیخ سے پڑھ رہا تھا، میرے شیخ مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا: بتاؤ! پہلے زندگی ہے یا موت؟ میں نے کہا: پہلے زندگی ہے پھر موت۔ فرمایا: جب پہلے زندگی پھر موت ہے تو اللہ کو یوں فرمانا چاہیے تھا کہ ”الَّذِي خَلَقَ الْحَيَاةَ وَالْمَوْتَ“۔ اب ادب دیکھو فرماتے

ہیں: میں نے شیخ سے کہا: آپ ہی جواب عنایت فرمائیں۔ شیخ نے کہا اللہ رب العزت نے موت کو پہلے اس لیے بیان کیا کہ موت بھی ہے اور زندگی بھی ہے لیکن جو بندہ موت کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے اس کے جینے کا انداز اور ہوتا ہے اور جو زندگی کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے اس کے جینے کا انداز اور ہوتا ہے۔

زندگی گزارنے کے طریقے:

دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے دو طریقے ہیں:

- 1: آدمی زندہ رہے جینے کے لیے۔
- 2: آدمی زندہ رہے مرنے کے لیے۔

جو آدمی جیتا ہے جینے کے لیے اس کے جینے کے انداز اور ہوتے ہیں اور جو آدمی جیتا ہے مرنے کے لیے اس کے جینے کے انداز اور ہوتے ہیں۔

آج دو مسئلے ہیں۔ ایک ہماری ذات کا اور دوسرا ہماری اولاد کا کہ میرا مکان اچھا ہو، میری اولاد کا مکان بھی اچھا ہو، میں بھی اچھی زندگی گزاروں اور میری اولاد بھی اچھی زندگی گزارے، میں بھی خوشحال رہوں اور میری اولاد بھی خوشحال ہو۔

جینے کے لیے جینا:

جہاں تک اپنی ذات کا مسئلہ ہے آج پوری دنیا میں ایک لڑائی شروع ہے، آپ سیاسی جماعتیں دیکھ لیں، یونینیں دیکھ لیں، پوری دنیا میں ایک ہی لڑائی جاری ہے، وہ لڑائی کیا ہے؟ اسے کہتے ہیں ”حقوق کی جنگ“۔ ہمارا حق ہے حکومت نہیں دیتی، حکومت کہتی ہمارا حق ہے وہ نہیں دیتے، وکیل کہتے ہمارا حق ہے عدالت نہیں دیتی، استاد کہتا ہے: شاگرد میرا حق نہیں دیتا، شاگرد کہتا ہے: استاد میرا حق نہیں دیتا۔ پوری

دنیا میں حقوق کی جنگ ہے۔ یہ جنگ ان کی ہے جو دنیا میں جیتے ہیں جینے کے لیے۔ ان کو ایک ہی فکر ہے کہ اپنا حق کیسے لے لیں اور اب تو اپنے حق سے بڑھ کر یہ ہے کہ دوسرے کا حق کیسے چھین لیں؟ اگر بات یہیں تک ہوتی کہ اپنا حق لینا ہے تو گنجائش تھی لیکن دوسرے کا حق چھیننا اس کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لیکن چوبیس گھنٹے ہماری ایک ہی فکر ہے کہ میں اپنا حق کیسے لے لوں یا دوسرے کا حق کیسے چھین لوں؟ یہ ان کی زندگی ہے جو جیتا ہے جینے کے لیے اس کو یہی فکر ہے کہ میرا مال کسی کے پاس نہ رہ جائے، میں لے کر مروں گا، مر جاؤں گا لیکن ایک مر لہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی لڑائی ہوتی ہے آٹھ آٹھ آنے پر۔

دو واقعات:

ایک واقعہ سرگودھا جیل میں دیکھا، بالکل ہمارے قریب گاؤں ہے۔ وہاں کا ایک آدمی جیل میں پچیس سالہ سزا کاٹ رہا ہے، وجہ کیا کہ ایک بندہ آیا اس نے اپنی سائیکل کو پنچر لگوایا اور پیسے نہیں دیئے۔ اس نے پمپ مارا اور بندہ مر گیا۔ یہ آج سے بارہ پندرہ سال پہلے کی بات ہے، اس وقت پنچر کتنے کا لگتا تھا؟ آٹھ آنے یا ایک روپے کا اور پرسوں اخبارات میں آپ نے خبر پڑھی ہوگی، کراچی میں پٹرول پمپ پر دو لٹر کے آئے، پٹرول ڈلوایا موٹر سائیکل میں تیس روپے کا۔ کہا: ہم نہیں دیتے پیسے، گارڈ کھڑا تھا، اس نے فائر مارا۔ ایک مر گیا ایک زخمی ہو گیا۔ اب جب مر گیا تو وہ کھڑا معافیاں مانگ رہا ہے کہ مجھے معاف کر دو، اب معافی کا کیا مطلب؟ اب تجھے سزائے موت ہوگی اور آپ نے اپنے دیہاتوں میں دیکھا ہے لڑائی کس پر ہے ایک بے پانی، پانی کی باری پر، بکریاں کھیت میں آگئیں اس پر لڑائی، یہ ساری لڑائیاں کیوں ہیں؟ کہ بندہ

جیتا ہے جینے کے لیے۔

مرنے کے لیے جینا:

اور جو آدمی جیتا ہے مرنے کے لیے وہ یہ نہیں سوچتا کہ میں نے کس کس سے لینا ہے بلکہ وہ سوچتا ہے کہ میں نے کس کس کو دینا ہے؟ اس کی خواہش یہ ہے کہ جب میں دنیا سے جاؤں تو میرے ذمے کسی کا قرض نہ ہو، میں اپنا نامہ اعمال صاف کر کے اللہ کے ہاں پہنچ جاؤں۔ جو جیتا ہے جینے کے لیے وہ دیکھتا ہے کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے؟ داڑھی رکھ لی لوگ کیا کہیں گے؟ پگڑی باندھ لی لوگ کیا کہیں گے؟ حرام کام چھوڑ دیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ اور جو جیتا ہے مرنے کے لیے وہ دیکھتا ہے میں نے یہ کام کر لیا تو میرا اللہ کیا کہے گا؟

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مرید کو جواب:

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لوگوں کے امراض کو جانتے تھے، ایک شخص نے خط لکھا۔ مرید کا خط اور شیخ کا جواب سنو۔ مرید نے کہا: حضرت! آپ کی بیعت کر لی ہے، پھر میں نے داڑھی رکھ لی ہے، داڑھی رکھنے پر لوگ ہنستے ہیں۔ جواب سنو، فرمایا: آج لوگ ہنستے ہیں، اگر داڑھی تو نے برقرار رکھی تو پھر قیامت کے دن تجھے رونا نہیں پڑے گا۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے، یہ نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ پوری جنگ اس بات پر ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ آج تھوڑے سے لوگ ہیں تھوڑی سی بدنامی کا ڈر ہے اور قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے اربوں کھربوں لوگ جمع ہوں گے، کیا وہ ذلت برداشت کر لیں گے؟ اللہ

ان کے سامنے پوچھ لیں کہ یہ کام کیوں کیا تھا؟ نبی کی سنت کو کاٹ کر گندی نالی میں کیوں بہایا تھا؟ میں نے تجھے سودیے تجھے ساڑھے ستانویں نظر نہیں آئے تھے اڑھائی کا بوجھ نظر آتا ہے؟ کتنا ظالم ہے اس کو زکوٰۃ بوجھ نظر آتی ہے، اڑھائی جو دیتا ہے وہ بھی اپنے لیے نہیں بندوں کے لیے اور اس پر بھی وعدہ ہے کہ میں اس کو کئی گنا ضرب دے کر تجھے واپس کر دوں گا۔

جینے کے لیے جینے والوں کی فکر:

جو جینے کے لیے جیتا ہے اسکی کوشش ہوتی ہے کہ سب سے لے لوں اور جو مرنے کے لیے جیتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ میں سب کو دے دوں اس لیے جینے کے لیے جینے والے کی فکر اور ہوتی ہے اور مرنے کے لیے جینے والے کی فکر اور ہوتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات:

1: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت بڑے امام ہیں۔ بہت بڑے زاہد، بہت بڑے عابد، بہت بڑے فقیہ اور بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ ایک مرتبہ ایک خاتون ریشم لے کر آئی۔ امام صاحب نے پوچھا: کتنے کا ہے؟ کہنے لگی سو درہم کا، فرمایا: یہ زیادہ کا ہے، کہنے لگی: دو سو درہم۔ آپ نے فرمایا: اور بھی زیادہ کا ہے۔ اس نے کہا: تین سو درہم۔ فرمایا: اب بھی زیادہ کا ہے۔ اب بتلاؤ دکاندار کی خواہش ہوتی ہے سستا مال لوں اور مہنگا بیچوں۔ امام صاحب فرما رہے ہیں: یہ مہنگا ہے تو سستا بیچ رہی ہے۔ آخر چار سو درہم تک بات گئی۔ فرمایا: نہیں، یہ اس سے بھی مہنگا ہے۔ تو وہ عورت کہنے لگی: آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ فرمایا: مجھے مذاق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جاؤ کسی مرد کو بلا

لاؤ، وہ مرد کو بلا لائی تو امام صاحب نے پانچ سو درہم میں اس ریشم کو خرید لیا۔

عقود الجمان مترجم: ص 318، 319

سودرہم کو ریشم پانچ سو درہم میں لے رہے ہیں، کیوں؟ یہ دیہاتی عورت ہے اسے پتہ نہیں قیمت کا۔ تو میں اسے دھوکہ کیوں دوں؟ یہ امام اعظم تھے۔

2: امام اعظم رحمہ اللہ ایک آدمی کے دروازے کے پاس دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گرمی کا موسم ہے دیوار کا سایہ نہیں لیتے۔ امام یحییٰ بن ابی زائدہ رحمہ اللہ نے پوچھا: آپ سائے میں کیوں نہیں آئے؟ تو فرمایا: اس سائے میں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ کہا: کیوں؟ فرمایا: مالک مکان پر میرا قرض ہے اور جس بندہ سے قرضہ لینا ہو اس سے نفع اٹھانا سود ہوتا ہے۔ میں اس کے مکان کے سائے میں بھی نہیں بیٹھوں گا، کہیں یہ قیامت میں سود میں شمار نہ کیا جائے۔

عقود الجمان مترجم: ص 321

تو میں نے پہلی فکریہ بتلائی کہ جو جیتا ہے مرنے کے لیے اس کی فکریہ ہوتی ہے کہ میں نے کس کس کے دینے ہیں اور جو جیتا ہے جینے کے لیے اس کی فکریہ ہوتی ہے کہ میں نے کس کس سے لینے ہیں۔ دوسری فکر میں نے بتائی کہ جو آدمی جیتا ہے جینے کے لیے اس کی فکریہ ہوتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور جو جیتا ہے مرنے کے لیے اس کی فکر کیا ہے ”میرا اللہ کیا کہے گا، میرا رسول کیا کہے گا، میں نے کل ان کے سامنے جانا ہے، کس منہ سے ان کے سامنے جاؤں گا، کون سی شکل لے کر جاؤں گا“۔ ایمان سے بتاؤ: بندہ اگر پندرہ ہزار روپے پر پولیس کا ملازم ہو اور اس کو پتہ ہو کہ آئی جی بغیر ٹوپی کے آنے کو پسند نہیں کرتا، وہ آئی جی کے سامنے ننگے سر جاسکتا ہے؟ بتاؤ کبھی بھی جائے گا؟ [نہیں۔ سامعین] اور اللہ کے دربار میں ننگے سر کیوں ہے؟ بندہ کو فکر نہیں، دل

میں خدا کی عظمت نہیں، وگرنہ بندہ کٹ جاتا کبھی ننگے سر خدا کے دربار میں نہ جاتا۔ اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق دے۔ اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز جواب:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان ہیں۔ دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ سامنے ایران کے جرنیل بیٹھے ہیں، مذاکرات تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کھانے کا لقمہ زمین پر گر ا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا، صاف کیا۔ جب صاف کر کے کھانے لگے ساتھ بیٹھے آدمی نے کہنی ماری: یہ لوگ کیا کہیں گے کہ ان کو کھانے کا طریقہ نہیں آتا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جس کو تاریخ نے سینہ میں محفوظ کر رکھا ہے، فرمایا: ”اترك سنة حبیبی لہولاء الحمقاء“

ان بے وقوفوں کی وجہ سے محبوب کی سنت کو چھوڑ دوں؟ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ میں نے کہا: جو جیتا ہے جینے کے لیے اس کی فکر کیا ہوتی ہے؟ لوگ کیا کہیں گے اور جو جیتا ہے مرنے کے لیے اس کی فکر کیا ہوتی ہے؟ میرا اللہ کیا کہے گا؟ میرا رسول کیا کہے گا؟ اب آپ بتاؤ مرنے کے لیے جینا ہے یا جینے کے لیے جینا ہے؟

اس پر میں آپ کو ایک شعر سناتا ہوں، اس کو ذہن میں رکھا کرو: لوگ سمجھیں مجھے محروم و قار و تمکین مگر وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا لوگ جیسا بھی سمجھیں لیکن اللہ یہ سمجھیں کہ یہ میرا ہے۔ تو بس یہ دعا کریں کہ اللہ ہمارا بن جائے لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارے شیخ فرماتے ہیں:

جو تو میرا تو سب میرا، آسمان میرا زمیں میری

اک تو نہیں میرا، تو کوئی شی نہیں میری

اللہ کی قسم آپ اللہ کے بن جاؤ پوری زمین آپ کی ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی میں نے سنایا جگر مراد آبادی شرابی تھا، بعد میں توبہ کی، اللہ والا بن گیا، حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، شراب چھوڑ دی، بدل گیا۔ جب جگر مراد آبادی واپس آیا۔ جگر کو ڈاکٹروں نے کہا: جگر! شراب پیو وگرنہ مر جاؤ گے، تمہارا معدہ شراب کا عادی ہے۔ تو جگر نے پوچھا: اگر میں شراب پیتا رہا تو کتنے سال تک جی سکتا ہوں؟ تو انہوں نے کہا: اگر شراب پیو گے تو چھ، سات سال زندہ رہ جاؤ گے۔ جگر چونکہ بیعت ہو گیا تھا اب دل میں اللہ کی محبت کی چوٹ لگ گئی تھی، جگر انہیں کہنے لگا: میں شراب پی کر زندہ رہوں اس سے بہتر ہے کہ شراب چھوڑوں اور ابھی مر جاؤں۔ کیوں؟ شراب پیوں گا تو میرا اللہ ناراض ہو گا، شراب چھوڑوں گا تو میرا اللہ خوش ہو گا، خدا کو ناراض کر کے زندہ رہنے سے بہتر ہے اللہ کو راضی کروں اور فوراً مر جاؤں۔ شراب چھوڑ دی پھر چھ سال نہیں کئی سال تک زندہ رہا۔ موت و حیات تو اللہ کے اختیار میں ہے۔

ذات اور اولاد کا مسئلہ:

میں آخری بات عرض کرتا ہوں، میں نے عرض کیا تھا کہ ایک معاملہ ہے ہماری ذات کا دوسرا معاملہ ہے ہماری اولاد کا۔ ذات کے بارے میں دو باتیں بتلائیں۔ جو شخص دنیا میں جیتا ہے جینے کے لیے اس کو فکر ہوتی ہے میں مر گیا تو میری اولاد کا کیا بنے گا؟ اور جو جیتا ہے مرنے کے لیے اس کی فکر ہوتی ہے میری اولاد مر گئی تو اس کا کیا بنے گا؟ دونوں میں فرق سمجھ آ گیا؟ ہم میں سے ہر ایک کو یہ فکر ہے کہ میں مر گیا تو اولاد کا

کیا بنے گا؟ چلو میٹرک کرے، بی اے کرے، ایم اے کرے، کوئی محنت و مزدوری کرے، ”بیٹا! جتنی دیر میں زندہ ہوں اتنی دیر تک بہاریں ہیں، میں مر گیا تو تجھے کسی نے پوچھنا تک نہیں۔“ والدین یہی بات کہتے ہیں نا؟ کیا جو خدا تجھے پوچھتا ہے تیری اولاد کو نہیں پوچھے گا؟ اس سے پوچھو: جب تیرا باپ مرا پھر تجھے خدا نے چھوڑ دیا تھا؟ ہمارا دادا مر گیا خدا نے باپ کو نہیں چھوڑا، باپ مر گیا تو ہمیں نہیں چھوڑا، ہم مر گئے تو خدا ہماری اولاد کو چھوڑ دیں گے؟ ہم کیسی بات کرتے ہیں؟ اولاد کے جینے کا فکر کرو ہم اس سے منع نہیں کرتے لیکن اولاد کے مرنے کا بھی فکر کرو ورنہ بڑا نقصان ہو گا۔ قیامت کے دن جب جہنم میں اولاد جائے گی تو کہے گی اللہ میرے والدین کو دو گنا عذاب دے۔ یہ ہمیں دین پر لگاتے ہم لگ جاتے، ہم جو دین پر نہیں لگے تو یہ میرے باپ اور میری ماں کا قصور ہے۔ کیوں قیامت میں خدا کی عدالت میں مجرم بن کے کھڑے ہوتے ہو؟ اس لیے آج طے کرو کہ ہم اپنی زندگی بھی بدلیں گے اور اپنی اولاد کی زندگی بھی بدلنے کی فکر کریں گے۔ میں انہی باتوں پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں۔ میں بھی توبہ کرتا ہوں آپ بھی توبہ کریں۔ کسی بندے کا حق دینا ہے تو اللہ کے لیے حق کو جلدی ادا کریں اور اگر استعداد نہیں ہے تو اس سے معافی مانگو۔ اگر معاف نہیں کرتا تو لکھ کر اپنے گھر رکھو اور اولاد کو کہہ دو: میں نے فلاں فلاں کا دینا ہے جب اللہ توفیق عطا فرمائے دے دینا۔ وصیت کر کے مر جاؤ۔ امید ہے اللہ کوئی نہ کوئی صورت پیدا فرمادیں گے۔ اللہ ہم سب کو یہ باتیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

والخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

لوح ایام

ادارہ

6 ذوالحجہ: مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب مرکز اہل السنۃ والجماعۃ تشریف لائے۔
حضرت نے قرآنی عربی، خطابت، رویت ہلال کے موضوع پر تین دن درس دیئے،
موصوف نے مرکز کی کارکردگی اور متکلم اسلام حفظہ اللہ کی عقائد کے حوالے سے ان
تھک کوششوں کو بے حد سراہا۔

7 ذوالحجہ: تین روزہ دورہ تحقیق المسائل کا آغاز ہوا جس میں شرکاء کو مختلف عقائد
و مسائل پر دلائل دیئے گئے،

17 ذوالحجہ: شیخوپورہ میں شہداء اسلام و دفاع صحابہ کانفرنس میں شرکت فرمائی۔

انا لله و انا اليه رجعون

- مرکز کے استاذ مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ کی پھوپھی جان انتقال کر گئیں۔
- مولانا کلیم اللہ کی دادی جان انتقال کر گئیں۔
- مولانا رضوان کے والد انتقال کر گئے۔
- مرکز کے متخصص مولانا امتیاز کے چچا جان انتقال کر گئے۔

متکلم اسلام حفظہ اللہ، ارکین مرکز اہل السنۃ والجماعۃ اور احناف میڈیا سروس کی
پوری ٹیم دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور
لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آداب معاشرت

مصافحہ، مغفرت کا ذریعہ

مولانا محمد ابو بکر اوکاڑوی حفظہ اللہ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا

جامع الترمذی: رقم 2651

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

تشریح: ”مصافحہ“ آپس میں پیار و محبت اور امن و آتشی کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب ایک مسلمان اللہ کی رضا کی خاطر دوسرے مسلمان بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو خدا کی فرمان ”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ“ کی تصویر پیش کر رہا ہوتا ہے۔ پیار و محبت اور حب فی اللہ کے یہی جذبات دیکھ کر رحمت الہی کو جوش آتا ہے اور اس کا نتیجہ گناہوں کی معافی کی صورت میں نکلتا ہے۔

مصافحہ دو ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ فرما کر مجھے تشہد سکھایا، میری ہتھیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔ صحیح البخاری: ج 2 ص 928

نیز امام حماد بن زید اور امام ابن المبارک نے بھی دو ہاتھ سے مصافحہ کیا [ایضاً]

لہذا دو ہاتھ سے مصافحہ کی اس سنت کو فروغ دینا چاہیے۔